درس 105

وَبَيَانُهُ أَيْ بَيَانُ الْقِيَاسِ فِي كَوْنِهِ رَدَّ الشَّيْءِ إِلَى نَظِيرِهِ ثَابِتٌ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «الْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، وَالذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، يَدًا بِيَدٍ، وَالْفَضْلُ رِبًا». وَيُرْوَى: «كَيْلًا بِكَيْلٍ وَوَزْنًا بِوَزْنٍ» مَكَانَ قَوْلِهِ: «مِثْلًا بِمِثْلٍ».

بھئی گزشتہ سبق میں آپ نے قیاس کی تعریف پڑھی اور یہ پڑھا آپ نے کہ قیاس جو ہے نقلاً بھی حجت ہے اور عقلاً بھی حجت ہے۔ نقل بھی یہی بتلاتی ہے کہ قیاس حجت ہے اور عقل بھی یہی بتلاتی ہے کہ قیاس حجت ہے۔ آج اسی قیاس کی تفصیل، مزید تفصیل بیان کرنے لگے ہیں کہ کس طرح حدیث جو ہے "الحنطة بالحنطة" حدیث کے اندر کس طرح قیاس کیا گیا اس میں بھئی۔

بھئی عقلی دلیل انہوں نے ذکر کی تھی، کیا ذکر کی تھی؟ وہ تامل بھئی، غور و فکر کرنا کس کے اندر؟ وہ جو کفار کو سزائیں ملی تھیں اس میں غور و فکر، غور و فکر کیا جائے کہ اس کے کیا اسباب تھے، اگر وہ اسباب اے عقل والو تم میں پائے گئے تو تمہارے لیے بھی وہی سزا ہوگی۔ تو یہاں یہ بیان کریں گے کہ حدیث "الحنطة بالحنطة" میں کس طرح تامل کیا گیا، غور و فکر کیا گیا اور کس طرح وہاں سے علت نکالی گئی اور اس کے مثل کو بھی وہی حکم دے دیا گیا، ان چھ چیزوں کے جو مثل تھیں ان کو بھی وہی حکم دیا گیا اور کس طرح یہ قیاسِ شرعی اس تامل کی طرح ہے جس کا "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ" میں ذکر آیا تھا بھئی! سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کس طرح یہ اسی کے مثل ہے، پوری تفصیل بیان کریں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں: "وبیانہ" یعنی بیان القیاس، ضمیر کا مرجع بتلایا بھئی، اور "قیاس کا بیان في کونہ رد الشيء إلی نظیرہ ثابت في قولہ علیہ الصلاۃ والسلام" یہ ثابت ہے حضور علیہ السلام کے اس قول کے اندر، کہ کس طرح اس حدیث میں بھی تامل غور و فکر کر کے علت نکالی گئی اور پھر وہ علت جہاں پائی گئی اس کو بھی وہی حکم دے دیا گیا جس طرح کہ ان سزاؤں کے اندر ہم نے، ان کفار کے احوال کے اندر ہم نے تامل کیا تھا اور علت نکالی تھی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ وہی اب تفصیل سے بیان ہوگا۔

تو کہتے ہیں: قیاس کا بیان "في كونه رد الشيء إلى نظيره ثابت في قوله عليه الصلاة والسلام الحنطة بالحنطة" جی "الحنطۃ" منصوب ہے کیونکہ یہ مفعول ہے "بیعوا" امر کے لیے بھئی۔

جی آگے یہ بیان بھی کریں گے۔ "الحنطۃ بالحنطۃ والشعیر بالشعیر" اور بیچو تم لوگ گندم کو گندم کے بدلے میں "والشعیر بالشعیر" اور جو کو جو کے بدلے میں "والتمر بالتمر" اور کھجور کو کھجور کے بدلے میں "والملح بالملح" اور نمک کو نمک کے بدلے میں "والذہب بالذہب" اور سونے کو سونے کے بدلے میں "والفضۃ بالفضۃ" اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں "مثلاً بمثل" مثل کے بدلے مثل ہو یعنی برابر برابر ہوں "یدًا بید" ہاتھوں ہاتھ ہوں بھئی یعنی نقد ہوں "والفضل ربا" اور زیادتی سود ہے۔ زیادتی سود ہے۔

تو دیکھیے یہ حدیث کے اندر چھ چیزوں کا ذکر آیا: گندم، جو، کھجور، نمک، اور سونا اور چاندی۔ ان چھ چیزوں کا ذکر آیا کہ ان چھ چیزوں کو جب بیچو ایک اسی کی جنس کے مقابلے میں، حنطہ کو حنطہ کے مقابلے میں،

شعیر کو شعیر کے مقابلے میں، تو "مثلاً بمثل" یہ حال ہے آگے آپ کو بتلائیں گے، اس حال میں کہ یہ کیا ہونی چاہئیں؟ برابر ہونی چاہئیں، مثلاً 10 قفیز، 10 صاع گندم دے رہے ہیں تو بدلے میں کتنی گندم لیں گے؟ 10 صاع ہی گندم لیں گے بھئی، برابر ہونا چاہیے۔ برابر ہونا چاہیے کیونکہ اگر مثلاً آپ دیتے ہیں، ایک شخص سے گندم کے بدلے گندم کی بیع کریں اور آپ اسے دیں 10 صاع گندم اور اس سے لے لیں 11 صاع گندم اس کے بدلے میں، 10 صاع کے بدلے میں 11 صاع لے لیں، تو 10 صاع تو 10 صاع کے بدلے ہوئے اور یہ جو ایک صاع آپ کے پاس آیا، یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے، اس گیارہواں صاع جو آپ کے پاس آیا اس کے مقابلے میں آپ کی طرف سے کوئی عوض نہیں گیا، تو یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے

خالی ہے اور تو یہ کیا ہے؟ سود ہے بھئی، یہ کیا ہے؟ یہ سود ہے بھئی۔ تو اسی لیے حدیث میں کیا آیا ہے؟ "مثلاً بمثل"، جب ایک جنس کو، یہ چھ چیزیں ہیں، ان کو ایک دوسرے کے بدلے میں بیچو یعنی ایک ہی جنس کے بدلے میں بیچو تو کیا ہونا چاہیے ان کو آپس میں؟ برابر ہونا چاہیے، برابر۔

"یدًا بید" ہاتھوں ہاتھ ہو یعنی نقد ہونی چاہئیں، ادھار نہیں بھئی۔ ادھار کی بھی اجازت نہیں، زیادتی کی بھی اجازت نہیں۔ "والفضل ربا" اور زیادتی سود ہے۔ تفصیل یاد رکھیے بھئی، اس حدیث کے اندر چھ چیزیں آئیں۔ چھ چیزیں، چھ چیزوں میں سے جو پہلی چار چیزیں ہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کو کیل کیا جاتا تھا، کیل۔ کیل یعنی ایک خاص برتن ہوتا تھا اس میں ماپ کر ان کو بیچا جاتا تھا: گندم،

جو، کھجور اور نمک۔ خاص برتن ہوتا تھا جسے قفیز کہتے ہیں بھئی، قفیز۔ تو اس میں ماپ کر بیچا جاتا تھا، جیسے بھئی آج کل آپ دودھ خریدتے ہیں تو گوالا آپ کو ایک برتن میں ماپ کر دودھ دیتا ہے کہ ایک لیٹر چاہیے یا دو لیٹر چاہیے۔ تو اسی طرح ان کا بھی ایک پیمانہ تھا، ایک خاص برتن تھا وہ ذرا بڑے سائز کا، اس کے ذریعے ان کی بیع کی جاتی تھی اور آج کل بھی بہت سے دیہات میں وہ ابھی بھی رائج ہے بھئی، اسی طرح ماپ کر ان کی بیع کی جاتی ہے بھئی۔ اگرچہ اب زیادہ رائج وزن کے ذریعے ہو گیا، وزن کر کے بیچا جاتا ہے لیکن پھر بھی یہ طریقہ اب بھی مل جاتا ہے بہت سے دیہات میں بھئی۔

تو یہ چھ چیزیں جو بیان ہوئیں حدیث کے اندر، یہ ہیں کیلی، ان کو ماپا جاتا تھا برتن میں، اور سونا اور چاندی ان کو وزن کیا جاتا تھا۔ کیا کیا جاتا تھا؟ وزن کیا جاتا تھا

تو آگے تفصیل بیان کریں گے کہ ہمارے فقہاء نے اس میں چھ چیزوں میں غور کیا اور اس کی علت جو ربا کی علت ہے، وہ نکالی۔ کیا چیز نکالی؟ قدر اور جنس، قدر اور جنس۔ قدر کا لفظ شامل ہے کیل اور وزن دونوں کو، کیونکہ چار چیزیں کیلی ہیں تو دو چیزیں کس قسم کی ہیں؟ سونا اور چاندی وزن کی جاتی تھیں۔ تو چار چیزیں کیلی اور دو چیزیں وزنی، تو قدر کا لفظ ایک ہی لفظ دونوں پر بولا جاتا ہے اس لیے وہ استعمال کرتے ہیں۔ تو قدر سے کیا مراد ہے؟ کیل اور وزن دونوں چیزیں۔ اور اتحادِ جنس اس کے لیے شرط ہے کہ دونوں طرف سے ایک جنس ہو۔ جہاں جب بھی

کسی ایسی چیز کی بیع کرنے لگیں اسی چیز کی جنس کے بدلے میں، لوہے کو لوہے کے بدلے میں، تانبے کو تانبے کے بدلے میں، تو اگر ایک ہی جنس دونوں طرف ہے تو اس صورت میں یاد رکھیے اب آپ دیکھ لیں یہاں قدر ہے یا قدر نہیں۔ اگر یہ چیزیں وزن یا کیل کر کے بیچی جا رہی ہیں، بیچی جاتی ہیں بھئی، کیل یا وزن کر کے، تو قدر بھی آگئی، اتحادِ جنس بھی آگئی، اب مساوات ضروری ہے کہ جتنی چیز ایک طرف سے جائے اتنی ہی چیز دوسری طرف سے آئے۔ ایک طرف سے 10 کلو لوہا اس نے خریدا ہے تو بدلے میں بھی کتنا دے؟ 10 کلو لوہا ہی دے بھئی، ورنہ زیادتی کیا ہو جائے گی؟ سود۔ اور تو اس میں ایک تو برابری بھی ضروری اور دوسرا نقد ہونا بھی ضروری، ادھار بھی نہیں ہونا چاہیے بھئی۔ اس لیے کیونکہ ایک ہوتا ہے نقد، ایک ہے ادھار، اور یہ تو آپ

بھی جانتے ہیں نقد کو ادھار پر فضیلت ہوتی ہے۔ نقد کیا ہے؟ ادھار پر اس کو فضیلت ہے، تو زیادتی توآگئی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ادھار کر دیا، تو ایک دے رہا ہے نقد دوسرا کیا کر رہا ہے؟ ادھار، تو یہ تو زیادتی ایک طرف سے گویا زیادتی آگئی۔

تو لہذا یاد رکھیے، جب دونوں طرف سے جنس بھی ایک ہے اور قدر بھی پائی جا رہی ہے، یعنی وہ چیز کیلی یا وزنی ہے، تو پھر زیادتی بھی حرام اور ادھار بھی حرام۔ زیادتی بھی حرام اور ادھار بھی حرام۔

اور اگر جنس بدل جائے، ہاں قدر موجود ہے، مثلاً گندم کو جو کے بدلے میں بیچ رہے ہیں، اب جنس تو ایک طرف نہیں لیکن کیل تو ہے، گندم بھی کیلی اور جو بھی کیلی ہے، تو پھر یاد رکھیے اس صورت میں زیادتی جائز ہے، آپ 10 من گندم دے کر 20 من جو لے لیں، زیادتی تو جائز

ہے لیکن ادھار جائز نہیں بھئی۔ تو جنس اور قدر دونوں پائی جائیں تو زیادتی بھی حرام اور ادھار بھی حرام، اور اگر دونوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی جنس نہیں ہے، صرف کیل یا وزن ہے تو پھر زیادتی جائز اور ادھار حرام۔ تفصیل سمجھ میں آگئی؟

پھر یاد رکھیے بھئی ایک قیمتی بات، حدیث کے اندر یہ چھ چیزیں ذکر ہیں اور یہ چھ چیزیں حضور علیہ السلام کے زمانے میں ان چھ میں سے پہلی چار کیل کر کے بیچی جاتی تھیں اور آخری دو وزن کر کے بیچی جاتی تھیں۔ لہذا ان کے اندر اگر برابری کرنی ہوئی، گندم کے بدلے گندم کی بیع کر رہے ہیں آپ، تو اب یاد رکھیے برابری بھی اسی طریقے سے کرنا پڑے گی جس طریقے پر حدیث میں مراد ہے۔ حدیث میں کیا مراد ہے؟ حضور کے زمانے میں کس طریقے پر ہوتا تھا؟ کیل کے ذریعے گندم، اب

چاہے وزن کر کے بیچا جاتا ہے آج کا اعتبار نہیں، یہ صرف ان چھ چیزوں کی بات کر رہا ہوں سب چیزوں کی نہیں، باقی چیزوں کا اپنے زمانے کے اعتبار سے اعتبار کیا جائے گا۔ کسی زمانے میں کیل کر کے بیچی جاتی ہے تو وہاں مساوات کیل کے لیے کے ذریعے کر لیں گے، جہاں اگر کچھ سالوں بعد وزن شروع ہو گیا تو مساوات وزن کے ذریعے کر لیں گے، لیکن یہ چھ چیزیں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھیں اب بھی اگر ان میں مساوات کرنی ہوگی تو اسی طریقے پر کرنی ہوگی۔ مثلاً آپ گندم کے بدلے گندم بیچ رہے ہیں بھئی، دوسرے سے بھی بدلے میں گندم ہی لے رہے ہیں، اب آپ اپنی طرف سے مثلاً 500 کلو گندم آپ نے دی اور ادھر سے بھی 500 کلو گندم آپ لے رہے ہیں، آپ کہہ رہے ہیں ان میں تو مساوات آگئی،

نہیں۔ کلو آپ وزن کر کے ان میں مساوات کر رہے ہیں، حدیث میں ان کا ذکر آیا وہ کس اعتبار سے ہے؟ ہاں تو یہ مس، یہ وزن والے مساوات کا اعتبار ہی نہیں ہے یہاں پر، یہاں پر مساوات کرنی ہے تو کس طرح کریں گے؟ یہاں کیل ہی کے ذریعے آپ کو مساوات کرنی پڑے گی، یعنی یہ جو چھ چیزیں ہیں، یعنی جو جو اس زمانے میں کیل کے ذریعے مساوات تھی، حدیث میں بھی وہی مراد ہے تو کیل کے ذریعے ہی مساوات کرنا پڑے گی، آج کے زمانے کا اعتبار نہیں۔ سونا چاندی، سونا چاندی اس وقت بھی وزن کیا جاتا تھا، آج بھی وزن کیا جاتا ہے، بالفرض کوئی زمانہ آ جائے اس میں کوئی اور پیمانہ ان کا آ جائے، کیل یا کوئی صورت بن جائے، تو بھی اگر ان سونے کے بدلے سونا یا چاندی کے بدلے چاندی کی بیع کرنا پڑے تو مساوات کس طرح ضروری ہوگی؟ کیل

کے ذریعے نہیں بلکہ حدیث میں جیسے وزن مراد ہے تو وزن ہی کے ذریعے برابری کرنا پڑے گی۔ ضابطہ سمجھ میں آگیا؟ یہ صرف ان چھ چیزوں میں ہے۔ ان کے علاوہ باقی چیزیں وہ زمانے کے اعتبار سے دیکھا جائے گا۔ مثلاً چاول، چاول کا ذکر نہیں حدیث میں، لیکن وہاں قدر اور جنس ہے، چاول کو چاول کے بدلے بیچیں تو جنس بھی آگئی دونوں طرف ایک ہی جنس، اور قدر چاول کو بھی وزن کر کے یا ماپ کر بیچا جاتا ہے، تو اس میں پھر زمانے کا اعتبار ہے۔ اگر آج کے زمانے میں چاول کو ماپ کر بیچا جاتا ہے تو مساوات بھی ماپ کر کرنا پڑے گی، اور اگر وزن کر کے بیچا جاتا ہے تو مساوات بھی کس طرح کرنا پڑے گی؟ وزن کے ذریعے، تو باقی چیزوں میں زمانے کا اعتبار، لیکن ان چھ چیزوں میں کس کا اعتبار؟ جو حضور علیہ السلام کے زمانے میں تھا، یہ اس وقت ہے جب

مساوات کرنا چاہیں، یعنی گندم کے بدلے گندم ہے، جو کے بدلے جو ہے، کھجور کے بدلے کھجور ہے، اب مساوات کرنا چاہتے ہیں تو مساوات اسی طرح کرنا پڑے گی۔ ہاں اگر جنس ہی بدل جائے، گندم کو آپ بیچ رہے ہیں کس کے بدلے؟ جو کے بدلے، کس کے بدلے؟ جو کے بدلے، پھر تو مساوات ضروری نہیں ہے، پھر جیسے مرضی بیچیں، چاہے وزن کر کے بیچیں، چاہے جس طرح بھی، صورت سمجھ میں آگئی؟ پھر تو برابری ضروری ہی نہیں ہے بھئی۔

وَیُرْوَی "کَیْلاً بِکَیْلٍ وَوَزْنًا بِوَزْنٍ"، اور روایت کیا گیا ہے بعض احادیث میں بعض روایتوں میں یہ الفاظ آئے ہیں: "کَیْلاً بِکَیْلٍ وَوَزْنًا بِوَزْنٍ"، یہ الفاظ آئے ہیں "مکان قولہ علیہ الصلاۃ والسلام مثلاً بمثل"۔ بھئی اس حدیث میں تو آیا "مثلاً بمثل"، بعض روایتوں میں "مثلاً بمثل" کے بجائے

"كَيْلاً بِكَيْلٍ وَوَزْنًا بِوَزْنٍ" کے الفاظ ملتے ہیں بھئی۔ کس کے الفاظ ملتے ہیں؟ "كَيْلاً بِكَيْلٍ وَوَزْنًا بِوَزْنٍ" کے الفاظ ملتے ہیں۔ معلوم ہوا مثل سے کیا مراد ہے؟ برابر ہوں یعنی کس اعتبار سے؟ کیل یا وزن کے اعتبار سے۔

وقولہ: "الحنطة"، اور حضور علیہ السلام کا جو قول ہے "الحنطة"، یروی بالرفع، اس کو روایت کیا گیا ہے رفع کے ساتھ، رفع کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ بھئی اوپر حدیث تھی، میں نے کیا پڑھا؟ "الحنطةَ بالحنطةِ"، پہلے حنطہ پر کیا پڑھا؟ نصب۔ بعض روایتوں میں رفع کے ساتھ آیا ہے: "الحنطةُ بالحنطةِ"، تو یہ بھی یعنی روایتوں میں رفع کے ساتھ بھی آیا ہے، اور آگے ذکر کریں گے نصب کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بعض راوی اس کو نصب کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض اس کو رفع، دونوں

روایتیں آئی ہیں۔ بھئی رفع کی صورت میں کیا ترکیب ہوگی؟ یاد رکھیے رفع کی صورت میں یہ مبتدا خبر ہیں۔ "الحنطۃُ بالحنطۃِ" اور یہاں مضاف محذوف ہے، أي بیعُ الحنطۃِ بالحنطۃِ، بیعُ الحنطۃِ بالحنطۃِ، گندم کا بیچنا، بیع الحنطۃ، گندم کا بیچنا گندم کے بدلے میں ہے، تو یہاں پر یہ "بیعُ الحنطۃِ"، "بیعُ" مرفوع مضاف مبتدا ہے اور "الحنطۃِ" مضاف الیہ، پھر "بیع" لفظ کو حذف کر لیا گیا اور وہ تو تھا مبتدا، اس پر تو تھا رفع، تو جب اس کو حذف کر لیا گیا، حنطہ کو اس کا قائم مقام کر دیا گیا تو وہی رفع کس کو دے دیا گیا؟ حنطہ کو دے دیا گیا، تو یہ رفع ہے اس پر مبتدا ہونے کی وجہ سے۔

تو کہتے ہیں: وقولہ علیہ، حضور علیہ السلام کا قول "الحنطۃ"، یروی بالرفع، اس کو روایت کیا گیا ہے رفع کے ساتھ، أي بیعُ الحنطۃِ بالحنطۃِ، مثلٌ بمثلٍ، اس میں بھی اسی طرح آیا ہے: "مثلٌ بمثلٍ" رفع کے ساتھ،

ویُروٰی بالنّصبِ اور اس کو نصب کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ اَی

بِیعُوا الحِنطَۃَ بالحِنطَۃِ بیچو تم لوگ گندم کو گندم کے مقابلے میں۔ والحِنطَۃُ

مَکِیلٌ اور گندم کیا ہے؟ مکیلی چیز ہے، اس کو کیل کیا جاتا ہے برتن

میں ماپ کر بیچا جاتا ہے۔ قُوبِلَ بجِنسِہٖ اس کا مقابلہ کس سے کیا گیا

حدیث میں؟ اسی کی جنس کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا گیا بھائی، گندم

کے مقابلے میں گندم ہی ذکر ہوئی ہے۔ وقَولُہٗ اور حضور علیہ السلام کا

قول مِثلاً بمِثلٍ یہ جو متن یہ حدیث میں آیا، یہ منصوب ہے کیوں؟ کہتے

ہیں حالٌ لِما سَبَقَ یہ ماقبل سے حال واقع ہو رہا ہے۔ یعنی حنطہ وغیرہ

سے یہ حال ہے۔ آگے دیکھیے بتلائیں گے کس طرح، کأنّہٗ قِیلَ گویا کہ

یوں کہا گیا بِیعُوا الحِنطَۃَ بالحِنطَۃِ حالَ کَونِہِما مُتَمَاثِلَینِ۔ مِثلاً بمِثلٍ اَی حالَ

كَوْنِهِمَا مُتَمَاثِلَيْنِ بیچو تم گندم کو گندم کے بدلے میں اس حال میں کہ دونوں کیا ہوں؟ ایک دوسرے کے مثل ہوں۔

تو یہ حال ہے مولانا، کیا ہے؟ حال ہے۔ والأحوالُ شُرُوطٌ اور حال احوال جو ہیں وہ شرط ہوتے ہیں۔ احوال کیا ہوتے ہیں؟ بھائی یاد رکھیے یہ جو حال ہے، یہ صفت کے درجے میں ہوتا ہے۔ کس کے درجے میں؟ حال ہوتا تو منصوب ہے جاءَنی زَیدٌ راکِباً، آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ وہ سوار تھا۔ یہ ہے تو حال لیکن یہ کس کے درجے میں ہے؟ صفت کے درجے میں ہے۔ یعنی وہ سوار ہو کر آیا بھائی۔ یعنی آتے ہوئے اس کی صفت کیا تھی؟ اس کا وصف کیا تھا؟ وہ سوار تھا۔ تو یہ صفت کے درجے میں ہوتا ہے اور صفت قید ہوا کرتی ہے۔ صفت کیا ہوا کرتی ہے؟ قید ہوا کرتی ہے۔

مثلاً میں کہتا ہوں آکُلُ خُبزًا بارِدًا، میں ٹھنڈی روٹی کھاؤں گا۔ آکُلُ خُبزًا بارِدًا تو دیکھیے بارِدًا یہ صفت ہے خبز کی اور حال کے یہ صفت ہے اور صفت کیا ہوا کرتی ہے؟ قید ہوا کرتی ہے۔ کیا ہوا کرتی ہے؟ قید ہوا کرتی ہے۔ تو کیا معنی ہوا میرے کلام کا؟ یہ یاد رکھیے شرط کے درجے میں ہے آکُلُ خُبزًا اِن کانَت بارِدًا، اِن کانَت بارِدًا۔ میں روٹی کھاؤں گا اگر یہ ٹھنڈی ہوئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھائی؟ یہی معنی ہے نا میں ٹھنڈی روٹی کھاؤں گا، کیا معنی؟ میں روٹی کھاؤں گا اگر وہ ٹھنڈی ہوئی۔ تو یہ حال یہ صفت کیا ہوا کرتی ہے؟ قید ہوا کرتی ہے۔

لہٰذا تو حال بھی صفت کے درجے میں، لہٰذا یہ قید ہوا۔ تو یہ شرط کے درجے میں ہے۔ مثلاً کوئی خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے، کیا کہتا ہے؟ اَنتِ طالِقٌ راکِبَۃً، اَنتِ طالِقٌ راکِبَۃً تجھے طلاق ہے اس حال میں کہ تو

سوار ہو۔ یعنی گویا اس نے یوں کہا یہ حال ہے اور حال کس کی طرح ہے؟ صفت کی طرح اور صفت کیا ہوا کرتی ہے؟ قید ہوا کرتی ہے۔ گویا یہ کس کے درجے میں ہے؟ شرط کے درجے میں ہے۔ گویا اس نے یوں کہا اَنتِ طالِقٌ اِن کُنتِ یا اِن رَکِبتِ، اَنتِ طالِقٌ اِن رَکِبتِ تجھے طلاق ہے اگر تو سوار ہوئی بھائی۔

یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی؟ تو حدیث میں بھی یہاں مِثلاً بِمِثلٍ جو ہے یہ حال ہے اور حال کیا ہے؟ شرط ہے مولانا۔ تو کہتے ہیں والأحوالُ شُرُوطٌ اور احوال شرط ہیں والامرُ لِلاِیجابِ اور امر کس لیے آتا ہے؟ ایجاب کوئی چیز واجب کرنے کے لیے۔ بِیعُوا الحِنطَۃَ بالحِنطَۃِ، بِیعُوا امر آیا اور امر کس لیے آتا ہے؟ ایجاب کے لیے آتا ہے۔ وال بَیعُ مُباحٌ اور بیع مباح ہے۔ بیع کیا ہے؟ بھائی دیکھیے امر آ گیا بِیعُوا الحِنطَۃَ بالحِنطَۃِ بیچو تم گندم

کو گندم کے بدلے میں، امر آیا اور امر کس لیے آتا ہے؟ وجوب کے لیے، تو کیا گندم کو گندم کے بدلے میں بیچنا واجب ہوگا؟ نہیں بھائی، واجب نہیں بیع تو بالاجماع مباح ہے۔ بیع تو بالاجماع مباح ہے، معلوم ہوا امر اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا بھائی۔ امر اس کی طرف متوجہ کیونکہ بالاجماع بیع کیا ہے؟ مباح ہے، واجب نہیں، تو لہذا اس ایجاب یہ جو اس کے اندر ایجاب آ رہا ہے امر کے اندر، یہ پھر جائے گا حال کی طرف، کس کی طرف؟ حال کی طرف۔

توجہ ہے سبق کی طرف بھائی؟ امر آیا اور امر کس لیے آتا ہے؟ ایجاب کے لیے، تو یہاں یہ تو نہیں کہا جا سکتا یہ بیع واجب ہے، کیونکہ بیع تو بالاجماع مباح ہے۔ پھر بھائی اس ایجاب کا کیا کریں امر سے تو ایجاب آتا ہے؟ تو جواب دے رہے ہیں کہ یہ ایجاب کس کی طرف پھر جائے

گا؟ حال کی طرف، یعنی وہ قید کی طرف پھر جائے گا۔ یعنی گندم کی بیع گندم کے بدلے جائز ہے لیکن شرط برابری ہے۔ برابری واجب ہے، لیکن برابری کیا ہے؟ تو دیکھو ایجاب کس کی طرف پھر گیا؟ حال یعنی شرط کی طرف۔

تو کہتے ہیں وال بَیۡعُ مُباحٌ بیع مباح ہے فَیَنۡصَرِفُ الأمرُ إلی الحالِ الّتی ہِیَ شَرطٌ تو امر پھر جائے گا اس حال کی طرف جو کہ شرط ہے۔ فیکُونُ المعنیٰ تو معنی ہو جائے گا وُجُوبُ البَیۡعِ بشَرطِ التَّسوِیۃِ، بیع واجب ہے تسویہ کی شرط کے ساتھ۔ بیع واجب ہے یعنی تسویہ کی شرط کے ساتھ بیع واجب ہے۔ تسویہ کی شرط کے ساتھ بیع وا بیع ویسے نفسِ بیع نہیں واجب بلکہ تسویہ کی شرط بیع کرنے، بیع سے تو بیع مباح ہے، کرو یا نہ کرو، لیکن

اگر کرو تو تسویہ کی شرط کے ساتھ واجب ہے، ویسے جائز نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ برابری ہونی چاہیے۔

بشَرطِ التَّسوِيَةِ والمُماثَلَةِ تسویہ، برابری اور مماثلت کی شرط کے ساتھ بیع کا واجب بیع واجب ہوگی۔ معنی سمجھ میں آیا؟ فيكُونُ المعنىٰ وُجُوبُ البيَعِ بشَرطِ التَّسوِيَةِ والمُماثَلَةِ تو معنی ہوا کہ مماثلت اور تسویہ کی شرط کے ساتھ بیع واجب ہے، لا وُجُوبَ نَفسِ البيَعِ نہ کہ نفسِ بیع واجب ہو، ایسا نہیں بھائی۔ نفسِ بیع نہیں واجب ہاں نفسِ بیع مباح، ہاں بیع کرنے لگو تو پھر تسویہ کی شرط کے ساتھ اور مماثلت کی شرط کے ساتھ واجب ہے۔

وأرادَ بالمِثلِ القَدرَ اور ارادہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل کے ذریعے قدر کا۔ کس کا ارادہ کیا؟ بھائی حدیث میں آیا مِثلاً بِمِثلٍ، اس سے حضور علیہ السلام کی کیا مراد ہے؟ یہ شارح کیا بتلا رہے ہیں آپ کو؟

توجہ ہے سبق کی طرف؟ مثل سے کیا مراد ہے شارح کیا بتلا رہے ہیں؟ قدر مراد ہے بھائی۔ آپ کو کیسے پتہ چلا قدر مراد ہے مثل سے؟ قدر کی کیا مراد ہوتے ہیں قدر سے کون سی دو چیزیں مراد ہیں؟ کیل اور وزن۔ آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ مثل کے لفظ سے قدر مراد ہے یعنی کیل اور وزن؟ کہتے ہیں بھائی ہم نے ابھی روایت نہیں آپ کے سامنے ذکر کی کہ ایک حدیث میں مثلاً کی جگہ کیا آیا ہے؟ کَیلاً بکَیلٍ ووَزنًا بوَزنٍ کے الفاظ آئے، معلوم ہوا مثل سے کیا مراد ہے؟ کیل اور وزن یعنی قدر مراد ہے۔

تو کہتے ہیں وأرادَ بالمِثلِ القَدرَ اور ارادہ کیا مثل کے ذریعے قدر کا، یعنِ الکَیلَ فی المکِیلاتِ والوَزنَ فی المَوزُونَاتِ یعنی مکیلات میں کیل اور موزونات میں وزن وہ مراد ہے۔ بدَلِیلِ ما ذُکِرَ فی حَدِیثٍ آخَرَ کَیلاً بکَیلٍ

اس دلیل کی وجہ سے اس دلیل کی وجہ سے وہ جو ما ذَکَرَ فِی حَدِیثٍ وہ جو ذکر کیا گیا ہے حدیث فی حَدِیثٍ آخَرَ دوسری حدیث میں کَیلاً بکَیلٍ اس حدیث کی وجہ سے بھائی۔

یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی بھائی؟ بدَلِیلِ ما یاد رکھیے دلیل کی اضافت ہو رہی ہے ما کی طرف بھائی اور یہ اضافت بیانی ہے۔ کون سی اضافت ہے؟ اضافتِ بیانی وہ ہے جس میں مضاف الیہ مضاف کا بیان کرتا ہے۔ توجہ سے سننا بھائی۔ اضافتِ بیانی کسے کہتے ہیں؟ جس میں مضاف الیہ مضاف کا بیان کرتا ہے اس کی تفسیر کر دیتا ہے، اس کی وضاحت کر دیتا ہے۔ تو یہ جو مثل ہے اس سے حضور علیہ السلام نے ارادہ کیا کس چیز کا؟ قدر کا، یہ مثل سے حضور علیہ السلام نے کس کا ارادہ فرمایا؟ قدر کا ارادہ فرمایا بدَلِیلِ ما ذَکَرَ فِی حَدِیثٍ آخَرَ اس دلیل کی

وجہ سے وہ جو دوسری حدیث میں ذکر ہے کَیلاً بکَیلٍ۔ تو حضور علیہ السلام نے قدر سے مثل کا ارادہ کیا اس دلیل کی وجہ سے، بھائی وہ کیا دلیل ہے؟ ما ذُکِرَ فی حَدِیثٍ آخَرَ وہ جو یہ دلیل ہی ذکر ہو رہی ہے وہ جو دوسری حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کَیلاً بکَیلٍ بھائی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھائی؟ تو دلیل کی اضافت ما ذُکِرَ فی حَدِیثٍ آخَرَ کی طرف ہے اور یہ اسی دلیل کا بیان ہے بھائی۔ صورت سمجھ میں آ گئی سب کو بھائی؟ تو یہ اضافت کون سی ہوئی؟ اضافتِ بیانی۔

یہ جو پیچھے آیا تھا وأرادَ بالمِثلِ القَدرَ، یاد رکھیے یہ متن ہے متن بھائی۔ وأرادَ بالمِثلِ القَدرَ ارادہ کیا مثل کے سے قدر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدَلِیلٍ کس کی وجہ سے؟ دلیل، کون سی دلیل؟ وہی حدیث آگے دلیل ذکر کیجیے وہ جو ذکر کیا گیا ہے حدیث کے دوسری حدیث کے اندر

کَیلاً بکَیلٍ بھائی۔ ٦۸اَرَادَ بالفَضلِ اور ارادہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کے ذریعے، کون سا فضل؟ فی قَولِہٖ والفَضلُ رِبا، شارح بتلا رہے ہیں وہ جو حدیث میں کیا لفظ آیا تھا؟ والفَضلُ رِبا، یہ جو فضل کا لفظ آیا اس کے ذریعے ارادہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الفَضلَ عَلَی القَدرِ دُونَ نَفسِ الفَضلِ قدر پر جو زیادتی ہے نہ کہ نفسِ زیادتی۔

نفسِ زیادتی نہیں مراد بلکہ قدر پر جو زیادتی ہے۔ وہ جو پیمانے پر زیادتی ہے وہ مراد ہے نفسِ زیادتی مراد نہیں۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو اس زیادتی سے مراد جو ہے وہ زیادتی علی القدر اس قدر پر ہے یعنی کیل یا وزن پر دُونَ نَفسِ الفَضلِ نہ کہ نفسِ زیادتی حتّٰی یَجُوزَ بَیعُ حَفنَۃٍ بحَفنَتَینِ، یہاں تک کہ جائز ہے ایک حفنہ کی بیع دو حفنہ کے بدلے میں۔

بھائی یہاں آپ کو یہ بتلا رہے ہیں کہ حدیث میں آیا زیادتی سود ہے۔ اس سے ہر زیادتی نہیں مراد، نفسِ زیادتی نہیں مراد بلکہ وہ زیادتی جو قدر پر ہو۔ قدر پر جو زیادتی ہے وہ مراد ہے۔ اور آگے آپ کو بتلائیں گے دیکھیے آگے بھی دیکھ لیں وَہٰکَذَا إلی أن یَبلُغَ نِصفَ صاعٍ، یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے نصف صاع کو۔

تو یاد رکھیے شریعت میں سب سے چھوٹا پیمانہ جس کا اعتبار کیا گیا جس کے بعد سے احکام متعلق ہیں بھائی، آپ نے پڑھا صدقۂ فطر کتنا ہے؟ جی؟ نصف صاع گندم ہے یا صاع کھجور ہے وغیرہ، تو چھوٹے سے چھوٹا کون سا ذکر ہوا؟ نصف صاع ذکر ہوا۔ تو نصف صاع سے کم کا کہیں حکم نہیں ہوا، معلوم ہوا شریعت کے اندر کم سے کم وہ مقدار جس کا اعتبار ہے وہ کتنا ہے؟ نصف صاع ہے، تو لہذا نصف صاع سے کم ہو

تو اس وہ اس میں زیادتی جائز ہے۔ لیکن اگر مقدار نصف صاع تک پہنچ رہی ہو تو پھر مساوات ضروری ہوگی۔

تو چنانچہ نصف صاع سے کم ہو ایک مٹھی گندم کے بدلے دو مٹھی گندم کی بیع جائز، کیونکہ یہ نصف صاع تک ہی نہیں پہنچ رہے بھائی۔ آپ ایک مٹھی گندم دے کر اعلیٰ گندم ہے آپ کی، دوسرے کے پاس ردی ہے، آپ ایک مٹھی دیتے ہیں اس کے بدلے میں دو مٹھی خرید لیتے ہیں، یہ یاد رکھیے جائز ہے، کیوں کیوں جائز ہے؟ کیونکہ اس قدر پر زیادتی ہے ہی نہیں، قدر تو کم از کم کتنی ہے؟ نصف صاع، تو نفسِ زیادتی تو نہیں یہاں تو نفسِ زیادتی تو ہے لیکن نفسِ زیادتی مراد ہی نہیں ہے حدیث کے اندر، وہ قدر پر زیادتی مراد ہے اور وہ کہاں سے شروع

ہوگی جب مقدار کہاں تک پہنچ جائے؟ نصف صاع، تو یہ اس سے کم کم کے اندر ہے لہذا یہ جائز ہے۔

یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی؟ اور یاد رکھیے لفظ آیا حَفنۃٌ، اس میں حفنہ پڑھنا بھی جائز حُفنۃٌ حاء پر ضمہ بھی جائز ہے، دونوں لغتیں ہیں اس کے اندر بھائی۔ حَفنۃٌ حُفنۃٌ۔ اور یاد رکھیے حَفنۃٌ کسے کہتے ہیں بھائی؟ مٹھی کو نہیں بھائی، یاد رکھیے حَفنۃٌ یہ دونوں ہاتھوں کو ملا لینا جیسے آپ دعا کے اندر دونوں ہاتھ ملا لیتے ہیں، اس طرح دونوں ہاتھوں کو ملا کر یہ بھر کر بھر کر آٹا یا یا مثلاً گندم لیں تو یہ ہے ایک حفنہ، یعنی دونوں ہتھیلیاں بھر کر، دونوں ہتھیلیاں بھر کر۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ یا جیسے بھائی آپ دریا سے پانی پیتے ہیں دونوں چلو بھر کر بھائی۔ لیکن وہ تو مائع ہے بہنے والی چیز ہے پانی، حفنہ صرف

خشک چیز میں کہیں گے۔ کس میں استعمال ہوتا ہے؟ خشک چیز گندم یا آٹا اگر آپ یہ دونوں ہتھیلیاں بھر کر کسی کو دیں گے تو کہیں گے ایک حفنہ اس نے دیا یا دو حفنہ دے دیے۔ تو دونوں ہتھیلیاں بھر کر بھائی، یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی؟ حفنہ کسے کہتے ہیں؟ دونوں ہتھیلیاں بھر کر جو ہو مقدار یہ حفنہ کہلاتی ہے بھائی۔

تو کہتے ہیں ارادہ کیا فضل کے ذریعے الفَضلَ عَلَى القَدرِ دُونَ نَفسِ الفَضلِ، قدر پر زیادتی نہ کہ نفسِ زیادتی حتّٰی یَجُوزَ بَیعُ حَفنَۃٍ بِحَفنَتَینِ، یہاں تک کہ ایک حفنہ کی بیع جائز ہے دو حفنہ کے بدلے میں وَہٰکَذَا إِلٰی أَن یَبلُغَ نِصفَ صاعٍ اور اسی طرح یہاں تک کہ پہنچ جائے نصف صاع تک۔

فصَارَ حُکمُ النَّصِّ وُجُوبَ التَّسوِیَۃِ بَینَہُمَا فِی القَدرِ ثُمَّ الحُرمَۃُ، تو ہو گیا نص کا حکم، کیا ہوا نص کا حکم؟ وُجُوبَ التَّسوِیَۃِ بَینَہُمَا فِی القَدرِ کہ برابری واجب

ہے ان دو متماثلین میں فِی القَدرِ کس چیز میں؟ قدر میں برابری واجب ہے ثُمَّ الحُرمَۃُ پھر حرمت ہے۔ اَی ثُمَّ الحُرمَۃُ لِلفَضلِ پھر حرمت ہے کس کے لیے؟ زیاد تسویہ واجب ہے قدر کے اندر اور پھر اس کے بعد اس کے بعد پھر کیا ہے؟ حرمت ہے، کب حرمت ہے؟ زیادتی، جو زیادتی ہے اس میں حرمت ہے، تسویہ ضروری ہے بھائی، تسویہ نہیں کرو گے تو کیا آ جائے گی؟ حرمت آ جائے گی، سود آ جائے گا بھائی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو حکم نص کا ہوا وُجُوبَ التَّسوِیَۃِ بَینَہُمَا فِی القَدرِ ثُمَّ الحُرمَۃُ بنَاءً عَلَی فَوَاتِ حُکمِ الأمرِ، بناء پر امر کے حکم کے فوت ہو جانے پھر حرمت ہے، یعنی پھر حرمت ثابت ہوگی اس زیادتی کے لیے بناء پر امر کے حکم کے فوت ہو جانے کی وجہ سے۔ حکمِ امر فوت ہو گیا۔ کیا تھا حکمِ امر؟ وجوبِ

تسویہ، کیا تھا؟ وجوبِ تسویہ، تو جب وجوبِ تسویہ فوت ہوگا، جب برابری نہ رہے گی، کون سا حکم آ جائے گا؟ حرمت والا آ جائے گا۔ یہ معنیٰ ہے ثُمَّ الحُرمَۃُ بناءً علَى فواتِ حکمِ الأمرِ، پھر حرمت ہے پھر بناء پر حکمِ امر کے فوت ہو جانے کے، یعنی حَیثُما فاتَتِ التَّسوِیَۃُ تَثبُتُ الحُرمَۃُ، یعنی جہاں بھی تسویہ برابری فوت ہوگی وہاں حرمت ثابت ہو جائے گی۔ ہٰذا حکمُ النَّصِّ، یہ ہے نص کا حکم۔ یہ ہے نص کا حکم، کیا ہے النص کا حکم؟ وجوبِ تسویہ اور حرمتِ فضل۔

النص کا حکم کیا ہے؟ وجوبِ تسویہ اور حرمتِ فضل۔

والداعي إلیہ اور جو داعی ہے اس کی طرف، یعنی حکمِ امر کی طرف وہ چیز، وہ علت جو لے جانے والی ہے اس کی طرف حکمِ امر کی طرف، وہ وجوبِ تسویہ۔ کیا ہے؟ وہ چیز جو وجوبِ تسویہ کی طرف باعث ہے، اس کی

طرف لے جانے والی ہے، آگے آپ کو بتلائیں گے، وہ قدر اور جنس ہے۔ وہ کیا چیز ہے؟ کون سی چیز باعث ہے، اس بات کی طرف لے جا رہی ہے کہ تسویہ واجب اور زیادتی حرام؟ وہ کیا چیز ہے؟ قدر اور جنس۔ قدر اور جنس جہاں آئیں گے، وہاں تسویہ واجب اور زیادتی حرام۔

تو وہ داعی، وہ چیز جو لے جانے والی ہے، دعوت دینے والی ہے إلیہ اس حکمِ امر کی طرف، کون سا حکمِ امر؟ وجوبِ تسویہ اور حرمتِ فضل، یا حرمتِ ربا کہہ لیں۔

وہو العلۃ الباعثۃ علی وجوب التسویۃ یعنی وہ علت جو باعث ہے تسویہ کے واجب ہونے پر القدر والجنس، وہ قدر اور جنس۔

لأن إیجاب التسویۃ في القدر بین ہذہ الأموال، اس لیے کیونکہ تسویہ کا واجب ہونا في القدر قدر میں بین ہذہ الأموال ان اموال کے درمیان۔

ترجمہ آخر سے دیکھیے۔ کیونکہ ان اموال کے درمیان قدر میں تسویہ کا واجب کرنا، ان اموال میں کی مقدار کے درمیان یہ جو اموالِ ربویہ ہیں، یہ جو حدیث میں ذکر ہوئے، یہ جو اموالِ ربویہ ہیں، ان کے درمیان قدر کے اندر برابری کو واجب کیا گیا حدیث میں۔ ان میں قدر کے اندر برابری کو واجب کیا گیا جو ہے يقتضي یہ ایجابِ تسویہ تقاضا کرتا ہے أن تكون أمثالا متساويةً کہ ان کو کیا ہونا چاہیے؟ امثالِ متساویہ ہونا چاہیے۔

بھئی، حدیث میں کیا کیا گیا؟ یہ جو چھ چیزیں ذکر ہوئیں، یہ اموالِ ربویہ، جن میں سود آ جاتا ہے۔ یہ اموال، ان اموالِ ربویہ کے درمیان قدر کے اندر برابری کو واجب کیا گیا۔ حدیث میں ان میں قدر کے اندر برابری کو واجب کیا گیا، جو ہے يقتضي یہ ایجابِ تسویہ تقاضا کرتا ہے أن تكون أمثالا متساويةً کہ یہ چیزیں کس قسم کی ہونی چاہئیں؟ امثالِ متساویہ ہونی

چاہئیں، یعنی ایک دوسرے کے مثل ہوں اور ان میں برابری ہو سکے، ان میں برابری ہو سکے، یعنی اسی کیل یا وزن کے ساتھ۔

ولن تکون کذلک إلا بالقدر والجنس، اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا سوائے قدر اور جنس کے۔ قدر اور جنس کے ہوں، تو پھر ہی ہو، سو پھر ہی برابری ہو سکتی ہے بھئی، ورنہ برابری نہیں ہو سکتی۔

لأن المماثلة تقوم بالصورة والمعنی، اس لیے کیونکہ مماثلت، وہ قائم ہوتی ہے یعنی حاصل ہوتی ہے۔ تقوم کا کیا معنیٰ؟ حاصل۔ اس لیے کیونکہ مماثلت حاصل ہوتی ہے صورت اور معنیٰ کے ساتھ۔ دو چیزیں صورتاً بھی ایک جیسی ہوں، معنوں میں بھی ایک جیسی ہوں، تو ہم کہیں گے ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ صورتاً بھی ایک دوسرے جیسی اور معنوں میں بھی۔ صورتاً کیسے ایک جیسی؟ یعنی ایک طرف بھی ایک صاع گندم ہے،

دوسری طرف بھی ایک صاع گندم ہے، تو صورت ایک جیسی ہے بھئی۔ کیونکہ ایک صاع ہے، دوسری طرف بھی ایک صاع ہے۔ اور معنوں میں بھی ان میں مماثلت ہے بھئی، وہ بھی گندم ہے، یہ بھی گندم ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اس یہ بھی وہی اس کے بھی وہی فائدے، دوسری کے بھی وہی فائدے بھئی۔

یہ اس کی بھی، تو ان میں صورتاً بھی مماثلت ضروری اور معنوں میں بھی۔ معنوں مماثلت آئے گی آگے آپ کو بیان کریں گے جنس کے ذریعے، ایک طرف ایک جنس ہے، دوسری طرف بھی وہی جنس ہو، تو معنوں مماثلت ہے۔

اور صورتاً مماثلت آئے گی کیل یا وزن کے ذریعے، ایک طرف ایک کیل ایک صاع گندم ہے، تو دوسری طرف بھی کیا ہو؟ ایک صاع ہی گندم ہو، تو یہ صورتاً بھی ایک دوسرے کے مماثل ہیں بھئی۔

لأن المماثلة تقوم بالصورة والمعنى، اس لیے کہ مماثلت حاصل ہوتی ہے صورت اور معنیٰ، دونوں سے۔ وذلك بالقدر والجنس، اور وہ کس کے ذریعے ہو گی؟ قدر اور جنس کے ذریعے مماثلت آئے گی۔ فبالقدر تقوم المماثلة الصورية، تو قدر کے ذریعے مماثلتِ صوریہ حاصل ہو گی۔ صورتاً مماثلت آئے گی بھئی۔ دونوں برابر مقدار ایک طرف بھی پڑی ہے، برابر تو صورتاً کیا ہیں؟ ایک جیسی۔ وبالجنس تقوم المماثلة المعنوية، اور جنس کے ذریعے کون سی مماثلت حاصل ہو گی؟ مماثلتِ معنویہ حاصل ہو گی۔

والجنس، اب بتلا رہے ہیں بھئی، یہ جنس آپ نے کہاں سے نکالا؟ اور یہ یہ قدر کہاں سے نکالی؟ وہ ذکر کرنے لگے ہیں۔

کہتے ہیں والجنس مدلول قولہ: الحنطۃ بالحنطۃ، جنس جو ہے یہ مدلول ہے حضور علیہ السلام کے قول الحنطۃ بالحنطۃ کا۔ حنطہ گندم کے بدلے گندم، دیکھو اس سے کس چیز پر دلالت کی؟ دونوں طرف ایک جنس ہے بھئی۔ تو یہ مدلول ہوا اس کا جنس بھئی۔ والقدر مدلول قولہ: مثلاً بمثل، اور قدر جو ہے یہ مدلول ہے حضور علیہ السلام کے قول مثلاً بمثل کا۔ اس سے کیا یہ مثلاً بمثل کس چیز پر دلالت کر رہا ہے؟ قدر پر، کس طرح قدر پر دلالت کر رہا ہے؟ وہ جو دوسری حدیث میں آیا تھا کیلاً بکیل ووزناً بوزن، تو اس سے معلوم ہوا یہ یہ دلالت کر رہا ہے قدر پر۔

فإن لم يوجد الجنس، پس اگر جنس نہ پائی جائے، یعنی دونوں طرف ایک جنس نہ ہو، کالحنطۃ مع الشعیر، جیسے گندم کس کے ساتھ؟ جو کے ساتھ، أو لم یوجد القدر، یا قدر نہ پائی جائے، کما في العدديات، جیسے عددی چیزوں کے اندر، جن کو گن کر بیچا جاتا ہے، جیسے مالٹے ہیں، کیلے ہیں، انڈے ہیں، ان کو کیا کیا جاتا ہے؟ گن کر بیچا جاتا ہے۔ اب آپ مثلاً ایک درجن کینو دے کر دوسرے شخص سے دو درجن کینو لیتے ہیں، بیع کرتے ہیں بھئی، یاد رکھیے، جائز ہے۔ یہ کیا ہے؟ کیوں؟ کیونکہ جنس تو ہے، ٹھیک ہے، اس طرف بھی کینو ہیں، دوسری طرف بھی کینو، لیکن قدر نہیں ہے۔ اس کو ناپ کر بیچ رہے ہیں کسی برتن میں؟ وزن کر کے بیچ رہے ہیں؟ نہیں، بلکہ گن کر بیچ رہے ہیں اور قدر میں تو صرف

کیا چیز شامل تھی؟ کیل اور وزن بھئی، تو قدر بھی ضروری اور جنس بھی ضروری۔

تو کہتے ہیں: اگر جنس نہ پائی جائے، جیسے گندم جو کے ساتھ، یا قدر نہ پائی جائے، کما في العدديات، جیسے کہ عددی چیزیں ہیں ان میں، لم تشترط المساواة، تو پھر مساوات شرط نہیں ہو گی، ولا يظهر الربا، اور ربا ظاہر نہیں ہو گا، یعنی سود نہیں ہو گا۔

وورد عليه، اور اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے: إنا لا نسلم أن المماثلة تثبت بالقدر والجنس فقط، بھئی، اشکال اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے، معترض کہتا ہے کہ ہمیں آپ کی یہ بات تسلیم نہیں کہ صرف جنس اور قدر کے ذریعے مماثلت آ جائے گی۔ دونوں طرف جنس بھی ایک ہو اور دونوں میں قدر بھی ہو، تو آپ کہیں دونوں کیا ہیں؟ باہم متماثل ہیں، نہیں۔

مماثلت کے لیے ضروری ہے کہ نوع بھی ایک جیسی ہو، یعنی ایک اعلیٰ گندم ہے، تو دوسری بھی اعلیٰ گندم ہو۔ ایک ردی گندم ہے، تو دوسری بھی ردی ہو، تو پھر مماثلت آئے گی۔ اگر ایک طرف اعلیٰ گندم ہے، ایک طرف ادنیٰ گندم ہے، پھر تو مماثلت ہی نہیں پائی گئی پورے طور پر۔

اور آپ نے ہمیں کیا بتلایا تھا؟ امثالِ متساویہ ہونے چاہئیں بھئی، کیا ہونے چاہئیں؟ تو یہ تو پھر امثالِ متساویہ نہ رہیں گے، لہذا پھر ان کی کمی بیشی کے ساتھ اجازت ہونی چاہیے، آپ ایک صاع اعلیٰ گندم دے کر پانچ صاع ردی گندم لے سکتے ہیں، جائز ہونا چاہیے بھئی، کیونکہ مماثلت ہے ہی نہیں، آپ نے ہمیں کیا بتلایا؟ امثالِ متساویہ، اور امثالِ متساویہ تبھی بنیں گی جب عمدہ اور ردی ہونے کے اندر بھی دونوں

ایک دوسرے کے مثل ہوں، ورنہ تو مماثلت ہی نہیں ہے، تو جواب دیں گے آپ کو کہ ہاں، ہمیں آپ کا اعتراض تسلیم، پوری مماثلت تبھی آئے گی جب عمدہ یا ردی ہونے میں بھی دونوں ایک دوسرے کے مماثل ہوں، لیکن اس کو خود نص ہی نے ساقط کر دیا، عمدہ اور ردی ہونے کا اعتبار نہیں کرنا، یہ حدیث میں آ گیا۔

حدیث میں کیا آ گیا؟ کہ آگے حدیث کا ذکر کریں گے لفظ بھئی، جیدہا ورديئها سواء، ان کا عمدہ اور ان کے ردی، ان چیز ان چھ چیزوں کے عمدہ اور ان کا ردی، یہ سب برابر ہیں۔ معلوم ہوا عمدہ اور ردی ہونے کا کوئی اعتبار نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وورد علیہ، اور اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ إنا لا نسلم أن المماثلة تثبت بالقدر والجنس فقط، کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں ہے

کہ مماثلت وہ صرف جنس اور قدر کے ذریعے ثابت ہو جائے گی، بل لا بد أن تکون في الوصف أیضاً، بلکہ ضروری ہے کہ مماثلت وصف میں بھی ہو، وہو الجودۃ والردائۃ، اور وہ جودت اور ردائت ہے، عمدہ اور ردی ہونا۔

فأجاب بقولہ:، تو جواب دیا مصنف نے اپنے اس قول کے ساتھ: وسقطت قیمۃ الجودۃ بالنص، اور عمدگی کی قیمت جو ہے وہ ساقط ہو گئی ہے بالنص نص کی وجہ سے، وہو قولہ علیہ الصلاۃ والسلام، اور وہ حضور علیہ السلام کا یہ قول ہے: جیدہا وردیئہا سواء، ان کا عمدہ ان چھ چیزوں کا اور ان کا ردی، ان کے عمدہ اور ردی سب برابر ہیں۔

ہذا حکم النص، یہ ہے نص کا حکم۔

یہ ہے نص کا حکم۔

هذا کے ذریعے کس کی طرف اشارہ ہے؟ بتلا رہے ہیں۔ أي کون الداعي إلی وجوب التسویۃ ہو القدر والجنس، یعنی تسویہ کے وجوب کی طرف جو داعی ہے وہ کیا ہے؟ جنس اور قدر۔ بھئی، وہ چیز جس کی وجہ سے تسویہ واجب ہو گا، وہ کیا چیز ہے؟ اس پر باعث کیا چیز ہے؟ علت کیا ہے اس تسویہ کے لیے کہ واجب ہونے کے لیے؟ جنس اور قدر۔ تو کہتے ہیں یہ جو وجوبِ تسویہ کی طرف داعی ہے وہ قدر اور وجوبِ تسویہ کی طرف داعی قدر اور جنس کا ہونا ثابتٌ أي حکمٌ ثابتٌ، یہ ایسا حکم ہے جو ثابت ہے بإشارۃ النص، کس کے ذریعے؟ اشارۃ النص کے ذریعے، لا بمجرد الرأي، نہ کہ محض رائے سے۔ محض رائے سے نہیں، بلکہ یہ اشارۃ النص سے یہ ثابت ہو رہا ہے بھئی۔

اوپر اتنی لمبی ہم نے تقریر کی بھئی، بتلایا کہ دیکھیے حدیث میں اگرچہ یہ کہا تو نہیں گیا، صریح لفظوں میں یہ بات کہی تو نہیں گئی کہ تسویہ کی طرف داعی قدر اور جنس ہے، تسویہ کی طرف داعی کون ہے؟ قدر اور، یہ حدیث میں یہ تو نہیں کہا گیا، لیکن حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہو رہا ہے، واضح طور پر سمجھ میں آ رہا ہے۔ جنس کا پتہ کس سے چل رہا ہے؟ الحنطۃ بالحنطۃ، الشعیر بالشعیر، اس سے جنس خود بخود سمجھ میں آ رہی ہے، اس کی طرف اشارہ ہو رہا ہے اور مثلاً بمثل سے کیا سمجھ میں آ رہا ہے؟ قدر سمجھ میں آ رہی ہے، کس طرح؟ کہ دوسری روایت میں کیا آیا؟ کیلاً بکیل ووزناً بوزن، تو حدیث میں اس کی طرف کیا ہوا؟ اشارہ ہوا۔ تو یہ جو داعی ہے، یعنی وہ جو علت ہے جو برابری کو واجب کرتی ہے کہ برابری کرنا واجب ہے، وہ کون سی علت ہے؟ قدر اور، تو قدر اور

جنس کا وجوبِ تسویہ کی طرف داعی ہونا، قدر اور قدر اور جنس کا وجوبِ تسویہ کا باعث ہونا، یہ ایسا یہ حکمٌ ثابتٌ بإشارۃ النص۔

میں نے ثابتٌ سے پہلے موصوف نکال لیا ہے حکمٌ ثابتٌ بإشارۃ، یہ ایسا حکم ہے جو ثابت ہے کس کے ذریعے؟ اشارۃ النص سے ثابت ہے، لا بمجرد الرأي، محض رائے کے ذریعے نہیں، یہ چیزیں ہم نے رائے کے ذریعے نہیں نکالیں، بلکہ حدیث میں باقاعدہ ان کی طرف کیا ہے؟ اشارہ ہے۔ یہاں تک بات سمجھ میں آگئی بھئی؟ میں نے ثابتٌ سے پہلے حکم کا لفظ کہا، موصوف محذوف مان لیں بھئی۔

تو دیکھیے، یہ اصل میں میں اوپر متن کی عبارت منطبق کر رہا ہوں۔ ھذا کس کی طرف اشارہ ہوا؟ کون الداعي۔ داعی کون ہے؟ قدر اور جنس۔ قدر اور جنس کا وجوبِ تسویہ کے لیے داعی ہونا، یہ جو ہے، آگے کیا آیا

متن میں؟ حکمٌ، میں نے بھی ثابتٌ سے پہلے موصوف کیا نکالا؟ حکمٌ، یہ ایسا حکم ہے ثابتٌ، آگے متن میں کیا آیا؟ النصِ، میں نے بتلایا باِشارۃ النص، کس کے ذریعے ہے؟ اشارۃ النص کے ذریعے، تو یہ جو داعی ہے جو ہم نے قدر اور جنس کو داعی نکالا، یہ ایسا حکم ہے جو ثابت ہے کس کے ذریعے؟ اشارۃ النص کے ذریعے بھئی، صرف رائے سے ہم نے ایسا نہیں کہا بھئی، یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوپر بھی آیا تھا ہذا حکم النص بھئی۔ ھذا وہاں بھی آیا تھا ہذا حکم النص، یہاں بھی آ گیا ہذا حکم النص، یہ تو تکرار آیا بھئی، ایک ہی چیز دو دفعہ بیان کر رہے ہیں، متن کو تو مختصر ہونا چاہیے بھئی، تو جواب دے رہے ہیں آگے شارح کہ بھئی، وہ ہذا حکم النص اس سے اور حکم مراد، اس سے اور حکم مراد، وہاں تھا حکمِ شرعی بیان ہوا، حکمِ

شرعی کیا بیان ہوا؟ کہ وجوبِ تسویہ، تسویہ واجب ہے اور زیادتی حرام ہے، وہ مراد ہے۔ وہاں جو آیا تھا ہذا حکم النص، اس سے کیا مراد تھا؟ کہ تسویہ واجب ہے اور زیادتی حرام، یہ ہے حکمِ نص۔ اور یہاں جو آیا ہذا حکم النص، یہاں کیا آیا؟ یہاں، یہاں وجوبِ تسویہ اور حرمتِ ربا کے ساتھ ساتھ اس میں علت کا بھی ذکر آ گیا کہ یہ جو تسویہ کا واجب ہونا ہے، اس کا داعی کون ہیں؟ قدر اور جنس ہیں، تو وہاں پر تو قدر اور جنس اس میں ذکر نہیں تھا، تو وہ صرف شامل تھا وجوبِ تسویہ اور حرمتِ ربا کو یا حرمتِ فضل کو، اور یہ شامل ہے حکم کے ساتھ ساتھ علت کو بھی شامل ہے کہ وہ حکمِ نص کے داعی کیا چیز ہے؟ قدر اور جنس ہیں بھئی، قدر اور جنس۔

تو کہتے ہیں فالمراد بهذا الحكم الثاني، اس حکمِ ثانی سے مراد غير ما أريد بالحكم الأول، غیر ہے اس کا جس کا ارادہ کیا گیا تھا کس سے؟ حکمِ اول سے جس کا ارادہ کیا گیا تھا اس کے علاوہ مراد ہے، لأن الحكم الأول هو الحكم الشرعي، اس لیے کیونکہ پہلا حکم جو ہے، وہ حکمِ شرعی ہے، أعني وجوب التسوية، یعنی تسویہ کا واجب ہونا اور اور حرمت، وجوبِ تسویہ اور حرمتِ فضل، وہ تھا، وهذا الحكم هو بمعنى مدلول النص، اور یہ جو حکم ہے، یہ مدلولِ نص کے معنیٰ میں ہے، شامل للحكم والعلة جميعاً، جو شامل ہے حکم اور علت، دونوں کو شامل ہے، اس میں حکم کے ساتھ ساتھ علت بھی ذکر ہو گئی

اور پچھلے میں صرف کیا ذکر تھا؟ حکم۔ وہاں صرف حکمِ شرعی تھا کہ حکمِ شرعی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ تسویہ واجب ہے ان کے اندر اور

زیادتی حرام ہے۔ اور یہاں پر پوری نص جو ہے اس کا مدلول ذکر ہو گیا کہ جو تسویہ واجب ہے اور زیادتی حرام ہے اس کا باعث کیا چیز ہے؟

قدر اور جنس ہے بھائی۔

فوجدنا الارز وغیرہ امثالا متساویۃ۔ بھائی حدیث کا بیان ہو گیا۔ تفصیل ذکر ہو گئی۔ کس طرح ہم نے جنس اور قدر علت نکالی بھائی۔ اب اسی کو دیکھیں متعدی کریں گے دوسرے کی طرف اب وہ بیان کر رہے ہیں۔ قیاس کا بیان کر رہے ہیں نا کس طرح علت نکال کر پھر اس کو دوسروں میں وہی علت ملے تو وہی حکم ان پر بھی لگتا ہے۔ تو کہتے ہیں فوجدنا الارز وغیرہ ارز چاول بھائی اور ہم نے پایا چاول اور اس کے علاوہ اور جو اس جیسی چیزیں ہیں امثالا متساویا متساویۃ کہ وہ کیا ہیں؟ چاول اور اس جیسی اور چیزیں کو ہم نے کیا پایا؟ امثالِ متساویہ پایا کہ وہ بھی ایک

دوسرے کے مثل ہیں اور وہاں بھی اسی طریقے پر تساوی برابری ہو سکتی ہے کیل یا وزن کے ذریعے۔ فکان الفضل علی المماثلۃ فیھا فضلا خالیا عن العوض في عقد البیع تو جو زیادتی ہے علی المماثلۃ فیھا ان میں مماثلت کی صورت پر ان میں مماثلت کی صورت میں جو زیادتی ہے یعنی چاول کے بدلے اگر چاول بیچ رہے ہیں یا لوہے کے بدلے لوہا بیچ رہے ہیں تو مثلاً دس من لوہا بیچ کر گیارہ من لوہا اپ لے رہے ہیں۔

تو یہ جو زیادتی ہے ان میں مماثلت کی صورت میں فضلا خالیا عن العوض یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے في عقد البیع کس کے اندر؟ عقدِ بیع کے اندر۔ مثل حکم النص تو یہ کس کے مثل ہے؟ نص کے حکم کے مثل ہے جیسے کہ وہ نص کا حکم بیان ہوا تھا ان چھ چیزوں کے اندر۔ ان چھ چیزوں کے اندر تو یہ بھی نص کے حکم کے مثل ہے

بلا تفاوت بغیر کسی فرق کے۔ یہ بھی بعینہٖ انہی کی طرح ہے یہاں جنس بھی موجود اور قدر بھی موجود لہذا یہاں پر بھی کیا ہوگا؟ تسویہ واجب ہوگا اور ربا یا زیادتی حرام ہوگی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھائی؟ تو یہ بھی اسی نص کے حکم کے مثل ہے بغیر کسی فرق کے فلیزمنا اثباتہ۔ اس عبارت پر اعراب لگا لیجئے بھائی یہ اشتباہ میں ڈال دے گی۔ فلیزمنا اثباتہ یہ اثبات فاعل ہے لزم کا۔

فلیزمنا اثباتہ لزمنا نہ پڑھنا بھائی متکلم کا صیغہ نہیں ہے یہ۔ تو فلیزمنا اثباتہ تو لازم ہوا ہم پر اثباتہ اس کا اثبات۔ بھائی یہ چاول وغیرہ ان جیسی چیزوں یہ بھی امثالِ متساویہ ہیں۔ کیا چیز ہیں یہ امثالِ؟ امثالِ متساویہ ہیں اور امثالِ متساویہ کا حکم پیچھے کیا ذکر ہوا تھا؟ کہ ان میں تسویہ واجب ہے اور زیادتی حرام۔ تو یہاں پر بھی اگر زیادتی آئے گی تو وہ

ایسی زیادتی ہوگی جو عوض سے خالی ہے تو یہ نص کے حکم کے مثل ہو گئے بغیر کسی فرق کے بالکل اسی کی طرح ہیں تو ہم پر کیا بات لازم ہو گئی؟ اثباتہ کہ ہم اس نص کے حکم کو ثابت کریں ان کے اندر بھی۔ نص کے حکم کو اثباتہ اثبات حکم النص تو ہم پر کیا لازم ہوا؟ نص کے حکم کو ثابت کرنا وہو وجوب المساواۃ وحرمۃ الربا اور وہ مساوات کا واجب ہونا اور ربا کا حرام ہونا۔

فیما عدا الاشیاء الستۃ ان چھ چیزوں کے علاوہ میں۔ من الارز وغیرہ من الماکولات من المکیلات والموزونات ان چھ چیزوں کے علاوہ میں یعنی کہ چاول اور اس کے علاوہ جو ہیں یعنی کہ مکیلات اور موزونات میں سواء کان مطعوما او غیر مطعوم چاہے وہ کھانے والی چیز ہو یا کھانے والی چیز نہ ہو بشراط وجود القدر والجنس قدر اور جنس کے پائے جانے کی شرط پر۔

تو ان چھ چیزوں کے علاوہ کے اندر بھی ہم پر لازم ہوا کہ ہم نص کے حکم کو ثابت کریں جب وہ کیا ہوں امثالِ متساویہ ہوں چاہے وہ کھائی جانے والی چیز ہو یا کھائی جانے والی چیز نہ ہو۔ اس لیے کیونکہ مطعوم کھانے والی ہو یا نہ ہو یہ اس لیے ذکر کیا کیونکہ یہ بات میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ہم نے تو علت نکالی قدر اور جنس۔ امامِ شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علت جو ہے وہ کھانے والی چیز ہو اور ثمنیت ہو اور اتحادِ جنس ان کے نزدیک بھی شرط ہے۔ تو کیونکہ وہ فرماتے ہیں یہ جو چھ چیزیں ذکر ہوئیں ان میں سے پہلی چار کھائی جانے والی چیزیں ہیں۔ کھائی جانے والی چیزیں۔ اور سونا اور چاندی ثمن ہیں تو پہلی چار سے انھوں نے کیا علت نکالی؟ کہ وہ چیز مطعومات میں سے ہو کھائی جانے والی

چیز ہو اور سونے اور چاندی سے کیا نکالی؟ ثمنیت نکالی اور اتحادِ جنس ان کے نزدیک شرط ہے بھائی۔

تو وہ فرماتے ہیں کھانے یا تو وہ چیزیں ثمن کی جنس میں سے ہوں۔ پھر برابری ضروری ہے اتحادِ جنس بھی ہو۔ یا کس میں سے ہو؟ کھائی جانے والی چیزوں میں سے ہو۔ لہذا ان کے نزدیک دس من لوہا دے کر گیارہ من لوہا لینا جائز۔ دس من لوہا دے کر گیارہ من لوہا لینا کیوں؟ کیونکہ یہ لوہا کھائی جانے والی چیز بھی نہیں اور ثمن کی جنس میں سے بھی نہیں۔ لہذا یہ جائز ہے اگرچہ اتحادِ جنس بھی ہے۔ امامِ مالک رحمہ اللہ نے کھانے کے ساتھ ساتھ اس کے ذخیرہ کرنے کی بھی شرط لگائی کہ وہ ایسی کھائی جانے والی چیز ہو جسے ذخیرہ بھی کیا جا سکے لمبے عرصے تک محفوظ بھی رکھا جا سکے۔ سونے اور چاندی سے انہوں نے بھی ثمنیت

نکالی امامِ مالک رحمہ اللہ نے۔ اور باقی چار چیزوں سے اختیات اور ادخار نکالا اختیات یعنی قوت ہو خوراک ہو۔ یہ چار چیزیں کیا ہیں؟ کھائی جانے والی ہیں گندم، جو، کھجور اور نمک۔ اور نیز ان کو لمبے عرصے تک محفوظ بھی رکھ سکتے ہیں ذخیرہ کر سکتے ہیں انسان بھائی مہینوں تک چلاتا ہے ان چیزوں کو گھر میں رکھ کر۔ تو ان کو ذخیرہ کر سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لہذا ان کے نزدیک چونکہ کھانے کے ساتھ ساتھ وہ ذخیرے کے قابل بھی ہو۔

تو ان کے نزدیک بھائی اپ دس من دس من خربوزے دے کر بیس من خربوزے کی بیع کر لیں یہ جائز ہے۔ دس من خربوزے دے کر بیس من خربوزے لیں تو یہ ان کے نزدیک جائز ہے۔ کیوں؟ کیونکہ یہ ثمن میں سے تو نہیں ہے۔ کھائی جانے والی چیز ہے لیکن کھائی جانے

والی کے ساتھ ساتھ کیا ضروری تھا؟ ذخیرہ اور خربوزے ذخیرہ کر کے رکھ سکتے ہیں؟ وہ تو دو چار دن میں سارے خراب ہو جائیں گے بھائی بات سمجھ میں آگئی؟ تو مثال کے اندر اسی لیے ماتن نے چاول کو ذکر کیا کس کو؟ چاول کو چاول کو کیونکہ چاول بالاتفاق ہمارے نزدیک بھی قدر اور جنس ہے چاول کے بدلے چاول ہوں۔ امامِ شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ مطعومات میں سے بھی ہے۔ ان کے نزدیک بھی علت آگئی۔ امامِ مالک رحمہ اللہ والی بھی علت آگئی کہ ان کے نزدیک ذخیرہ کر کے رکھے جائیں چاول بھی لمبے عرصے تک رکھے جا سکتے ہیں۔

تو کہتے ہیں چاہے وہ کھائی جانے والی چیز ہو یا کھائی جانے والی نہ ہو بشرط وجود القدر والجنس قدر اور جنس کے پائے جانے کی شرط پر علی طریق الاعتبار کس طریقے پر؟ اعتبار کے طریقے پر۔ متن کو متن سے جوڑیں

فلیزمنا اثباتہ علی طریق الاعتبار تو ہم پر لازم ہوا حکمِ نص کو ثابت کرنا۔ کس طریقے پر لازم ہوا؟ اس کو ثابت کرنا علی طریق الاعتبار اعتبار کے طریقے پر۔ اعتبار کے طریقے پر۔ علی طریق الاعتبار المامور بہ في قولہ تعالی وہ اعتبار جو مامور بہِ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے اندر فاعتبروا۔ اللہ کا قول جو ہے فاعتبروا اس میں حکم آیا بھائی۔ اعتبار کرو اعتبار واجب ہے۔ اعتبار واجب ہے۔ تو ہم پر بھی اس حکمِ نص کو ثابت کرنا لازم ہوا۔ وہاں بھی آیا نا اعتبار کرنا واجب ہے تو ہم نے بھی یہاں کیا کیا اس کا؟ اسی اعتبار کے طریقے پر اس حکم کا اثبات ہم پر لازم ہو گیا کہ ہم اس کو ثابت کریں واجب ہوا۔

یہاں تک بات سمجھ میں آگئی بھائی؟ اچھی طرح؟ جی اب آگے آسان بات ہے بس صرف وہ ترجمہ ہی ہے اس لحاظ سے۔ آگے یہ بیان کریں

گے کہ ہم نے قیاسِ شرعی اپ کے سامنے بیان کیا کس طرح ایک

ان چھ چیزوں میں غور و فکر کر کے ہم نے ان کی علت نکالی اور پھر

اس علت دوسری جگہ ہمیں ملی تو وہاں پر بھی ہم نے یہی حکم لگا دیا

اور یہ بالکل بعینہٖ اسی کی طرح ہے جس طرح وہ قرآن میں وہ سزاؤں کا

ذکر آیا تھا کہ اے مومنین تم اپنے احوال کو کیا کرو؟ ان کے احوال پر

قیاس کر لو اگر وہ علت تم میں آگئی تو وہ سزا تمہارے اوپر بھی آ جائے

گی۔ تو یہ قیاسِ شرعی جو ہم نے ابھی ذکر کیا بعینہٖ اسی کی طرح ہے

اب وہ بیان کرنے لگے ہیں کہ یہ اسی کی طرح ہے۔

تو کہتے ہیں وہو نظیر المثلات اور یہ قیاسِ شرعی جو ہے یہ نظیر ہے سزاؤں

کی اي ہذا القیاس الشرعي دیکھو ھو ضمیر کا مرجع بتلا دیا اي ہذا القیاس

الشرعي۔ یہ قیاسِ شرعی جو ہے نظیر اعتبار العقوبات النازلۃ بالکفار یہ نظیر

ہے وہ سزائیں جو کفار پر نازل ہوئی تھیں ان کے اعتبار کی۔ یہ قیاس بھی ان کے اعتبار کی نظیر ہے یعنی انہی کی طرح ہے۔ فان اللہ تعالی قال پس بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن میں ہو الذي اخرج الذين كفروا من اہل الکتاب وہی اللہ ہے جس نے نکالا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا من اہل الکتاب کس میں سے؟ یعنی جنہوں نے کفر کیا یعنی کہ اہل کتاب کو یعنی یہود کو من دیارہم ان کے گھروں سے۔ لاول الحشر حشر کا معنی جمع ہونا۔ پہلے ہی اجتماع کے موقع پر۔ لاول الحشر یعنی فوجوں کے اسلامی لشکر کے پہلے جمع ہونے کے وقت ہی۔

بھائی انہوں نے بڑے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے اور اسلحہ بھی بڑا تھا ان کے پاس۔ ان کا گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی ہمیں ان قلعوں سے نکال سکتا ہے۔ وہ تو یہ سمجھتے تھے یہ قلعے ہماری حفاظت کریں گے،

ہمارے پاس اسلحہ ہے کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اور مسلمان تو بالکل بے سر و سامان کوئی چیز نہیں نہ اسلحہ، کھانے پینے کا سامان پوری طرح میسر نہیں تو اسلحے کا بندوبست کہاں سے کریں؟ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مسلمان ہم پر اس طرح غالب آ جائیں گے اور پھر جب مسلمانوں نے ان کے قلعے کا گھیراؤ کر لیا اور چند دن محاصرہ کیا پھر بالآخر اللہ نے ان پر رعب طاری فرما دیا۔ انھوں نے بعد میں صلح کی بڑی درخواست کی لیکن حضور علیہ السلام نے انکار فرما دیا۔ ہاں اتنی اجازت دی کہ ہاں تم یہاں سے جا سکتے ہو۔ جانے کی اجازت ہے۔ انھوں نے چند دن کی مہلت مانگی حضور علیہ السلام نے مہلت دے دی۔ دس دن کی تو ان دس دنوں کے اندر پھر انھوں نے اپنا سارا سامان سمیٹا۔ اپنے وہی قلعے جن پر ان کو بڑا ناز تھا خود اپنے ہاتھوں سے

گراتے اور مسمار کرتے رہے کیونکہ تاکہ اس کے اندر جو لکڑی لگی ہوئی ہے چھت کے اندر، دروازوں کے اندر، کھڑکیوں کے اندر اور اس طرح کی چیزیں کہ ہم وہاں جا کر بھی گھر بنانے ہیں تو یہ چیزیں ہمارے کام آئیں گی۔

تو کچھ اس نیت سے ان کو اکھاڑ رہے تھے کچھ اس نیت سے بھی اکھاڑ رہے تھے کہ ہمارے کام تو یہ چیزیں نہیں آئی چلو مسلمانوں کے بھی کام نہ آئیں۔ تو وہ بھی گرا رہے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں سے بھی مدد لے رہے تھے کہ تم بھی ہماری مدد کرو تو وہ خود بھی گرا رہے تھے اپنے گھروں کو اور مسلمان بھی ان کے ساتھ ان کے گرا رہے تھے بھائی۔ تو یہ ہے لاول الحشر پہلے ہی اجتماع پر بھائی، پہلے ہی لشکر کے اجتماع پر، پہلے ہی لشکر کے جمع ہونے کے وقت ما ظننتم تم تمہارا گمان

نہیں تھا اے مسلمانوں! ان یخرجوا یہ کہ وہ نکلیں گے۔ مسلمانوں تمہارا یہ گمان نہیں تھا کہ یہ لوگ یہاں سے نکل جائیں گے اور چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ وظنوا اور ان یہودیوں کا بھی یہ گمان تھا کہ انھم مانعتھم حصونھم من اللہ تعالی کہ ان کے قلعے جو ہیں حصون جمع ہے حصن کی قلعے کو کہتے ہیں، کہ ان کے قلعے جو ہیں وہ ان کو بچا لیں گے اللہ سے، ان کی حفاظت کر لیں گے۔ فاتٰھم اللہ اي فاتٰھم عذاب اللہ پس ان پر اللہ کا عذاب آیا من حیث لم یحتسبوا ایسی جگہ سے جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں تھا وقذف في قلوبھم الرعب اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ یخربون بیوتھم بایدیھم وہ خراب کر رہے تھے برباد کر رہے تھے اپنے گھروں کو بایدیھم اپنے ہی ہاتھوں سے وایدي المؤمنین اور

مومنین کے ہاتھوں سے فاعتبروا یا اولي الابصار پس عبرت پکڑو اے عقل والو!

یہ تھی آیت بھائی یاد رکھیے یہ سارا متن ہے بھائی۔ جی اب شارح بیان کر رہے ہیں کہتے ہیں والمراد باہل الکتاب اور اہل کتاب سے مراد جو ہے اوپر آیت میں جو آیا کہتے ہیں یہود بني النضیر بنی نضیر کے یہود ہیں۔ یاد رکھیے یہ نضیر لفظ ہے بھائی نظیر نہ پڑھنا اس کو۔ جیسے مراد اس اہل کتاب سے یہود ہیں بنی نضیر کے حیث عاہدوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حیثیت سے کہ انھوں نے معاہدہ کیا تھا حضور علیہ السلام سے ان لا یکونوا مخاصمین علیہ کہ وہ حضور علیہ السلام کے خلاف نہیں لڑیں گے بھائی۔ خصومت نہیں کریں گے جھگڑا یعنی لڑائی حضور علیہ علیٰ ضرر کے لیے آتا ہے بھائی حضور علیہ السلام کے خلاف وہ لڑائی نہیں کریں گے

یعنی دشمن کی طرف مدد نہیں کریں گے۔ تو یہ انھوں نے معاہدہ کیا حضور علیہ السلام سے حین قدم المدینۃ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے فنقضوا العهد في وقعة احد پس انھوں نے اس عہد کو توڑ دیا في وقعة احد وقعہ لڑائی بھائی جنگ، احد کی لڑائی میں انھوں نے اس معاہدے کو توڑ دیا۔ فامرہم بالخروج من المدینۃ تو حضور علیہ السلام نے ان کو حکم دیا مدینہ سے نکلنے کا فاستمهلوا عشرۃ ایام پس انھوں نے مہلت طلب کی دس دن کی وطلبوا الصلح اور صلح طلب کی، صلح کی مطالبہ کیا کوشش کی۔ فابٰی علیهم تو حضور علیہ السلام نے ان پر انکار فرمایا الا الجلاء سوائے جلاوطنی کے جلاوطنا ہونا پڑے گا جانا پڑے گا۔ فاخرجهم الله من المدینۃ پس اللہ نے ان کو نکال دیا مدینہ سے۔ لاول الحشر والاخراج پہلے ہی پہلے ہی جمع ہونے کے وقت والاخراج اور پہلے ہی اخراج پر کے وقت

بھائی۔ یعنی اس سے پہلے ایسی ذلت کے ساتھ کبھی ان کو کہیں سے نکلنا نہیں پڑا تھا جیسے یہاں پہلی مرتبہ یہ ذلت سے نکلے یہاں سے۔

حال کونکم یہ بتلا رہے ہیں جی آیت میں جو آیا نہ، ما ظننتم أن یخرجوا یہ حال واقع ہو رہا ہے۔ حال کونکم یا ایہا المسلمون ما ظننتم أن یخرجوا اس حال میں کہ اے مومنو تمہارا یہ گمان نہیں تھا یخرجوا کہ وہ نکلیں گے وظنوا اور گمان کیا انہوں نے، ضمیر کا مرجع بتلا رہے ہیں ظنوا کنہوں نے گمان کیا؟ ای الیہود یعنی یہود نے کہ انہم مانعتہم حصونہم من اللہ کہ ان کے قلعے جو ہیں ان کو بچا لینے والے ہیں اللہ سے، فآتاہم اللہ ای عذابہ وحکمہ بالجلاء تو آیا اللہ ان پر یعنی اللہ کا عذاب آیا اور جلاوطنی کا اللہ کا جو حکم تھا وہ آیا من حیث لم یحتسبوا ذلک اس ایسی جگہ سے کہ جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں تھا وقذف، قذف کے معنی پھینکنے کے ہوتے

ہیں بتلا رہے ہیں یہاں ڈالنے کے معنی میں ہے ای القی اللہ فی قلوبھم الرعب اور ڈال دیا اللہ نے ان کے دلوں میں رعب۔

حال کونھم، حال کونھم سے کیا بتلا رہے ہیں؟ یہ یخربون حال واقع ہو رہا ہے بھائی، ہم ضمیر سے ماقبل میں جو اس سے ہے۔ حال کونھم یخربون بیوتھم بأیدِہم وأیدی المؤمنین اس حال میں کہ وہ برباد کر رہے تھے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے وأیدی المؤمنین اور مومنین کے ہاتھوں سے لحاجتہم إلی الخشب والحجارۃ بوجہ ان کی ضرورت ہونے لکڑی اور پتھر کی طرف، فحملوا أثقالھم ہذہ پس انھوں نے اٹھائے اپنے یہ بوجھ علی حمال کثیرۃ بہت سے بار برداری والے جانوروں پر بھائی، حمال بار وزن اٹھانے والا یعنی وہ جانور مراد ہے۔ تو بہت سارے جانوروں پر یہ سارا کچھ وہ لاد کر لے گئے بڑے مالدار لوگ تھے بھائی جانور بھی خوب

ہوں گے تو سارا کچھ ہی تقریباً لے گئے بھائی، اسلحہ لے جانے کی اجازت نہیں ملی بھائی۔ زمینیں ان کی مسلمانوں کے ہاتھ آ گئیں، باغات مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے اور جو کچھ بچا وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا بھائی۔

تو کہتے ہیں وخرجوا منہ وستوطنوا بخیبر وہ نکلے وہاں سے اور انہوں نے خیبر کو وطن بنایا ثم أخرجھم عمر رضی اللہ تعالی عنہ من خیبر إلی الشام پھر نکالا ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے خیبر سے شام کی طرف۔

اوپر آیت میں کیا آیا تھا؟ أول الحشر، پہلے ہی اجتماع پر معلوم ہوا کوئی دوسرا بھی ہو گا۔ پہلے اشارہ فرما دیا اللہ نے کہ یہ پہلی مرتبہ نکالے جا رہے ہیں اسی سے اشارہ کس طرف کر دیا گیا کہ دوبارہ بھی یہی ان کے ساتھ ہو گا چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں پھر

اسی طرح انہوں نے شرارتیں شروع کیں تو وہاں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نکال دیا اور یہ شام جا کر پھر آباد ہو گئے بھائی۔

تو کہتے ہیں ہذا تفسیر الآیۃ یہ آیت کی تفسیر ہے۔ فالإخراج من الديار عقوبۃ پس یہ جو گھروں سے نکالنا یہ سزا ہے۔ یہ کیا ہے؟ سزا ہے۔ سزا ہے یہ گھروں سے نکالا نکالنا سزا ہے کالقفل کس کی طرح؟ قتل کی طرح۔ بھائی قتل کی طرح یہ کس طرح ہے؟ کہتے ہیں حیث سوی بینهما في قولہ تعالی اس حیثیت سے کہ اللہ نے برابری فرمائی ہے ان دونوں کے درمیان اپنے اس قول میں ولو أنا کتبنا علیهم اگر یہ ہم ان پر حکم لکھ دیتے یعنی یہ ان کو حکم دے دیتے أن اقتلوا أنفسکم یہ کہ تم اپنے نفسوں کو قتل کرو أو اخرجوا من دیارکم یا تم اپنے گھروں سے نکلو ما فعلوه

إلا قليل منهم نہ کرتے ان میں سے مگر تھوڑے سے ہی۔ کچھ ہی لوگ ان میں سے ایسا کرتے یا نہ کرتے اس کو۔

تو دیکھیے اس آیت کے اندر اگر یہ ہم ان کو حکم دے دیتے کہ اپنے نفسوں کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکلو۔ دیکھو یہاں قتل اور اخراج کے در کو 'أو' کے ساتھ ذکر کیا گیا یعنی اگر ان دو چیزوں میں ہم ان کو اختیار دیتے معلوم ہوا یہ دونوں چیزیں برابر ہیں، قتل اور گھر سے نکلنا برابر اسی لیے متن کے بعد شارح نے کیا کہا تھا؟ کہ گھروں سے نکلنا سزا ہے کالقفل قتل کی طرح۔

والكفر يصلح داعيا إليہ اور کفر صلاحیت رکھتا ہے اس کی طرف داعی بننے کی۔ بھائی کیوں نکالا گیا ان کو؟ علت کیا تھی اخراج کی؟ کفر تھا ان کا وہ عداوتِ رسول تھی بھائی۔ تو وہ کفر وہ صلاحیت رکھتا ہے

کہ وہ اس کے لیے کیا بنے؟ داعی بنے علت بنے، ای فکلما وجد الکفر یترتب علیہ الإخراج پس جب بھی کفر پایا جائے گا اس پر کیا مرتب ہو گا؟ اخراج مرتب ہو گا۔

وأول الحشر اور جو اول حشر آیا آیت میں یدل علی تکرار ہذہ العقوبۃ وہ کس پر دلالت کرتا ہے؟ اس سزا کے تکرار پر یعنی اول حشر ہے معلوم ہوا کوئی ثانی بھی آئے گا بھائی اس کے بعد۔ وہو إجلاء عمر رضی اللہ تعالی عنہ إیاہم من خیبر إلی الشام اور وہ جلاوطن کرنا ہے انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا خیبر سے شام کی طرف۔ وقیل اور کہا گیا ہے وہو حشرہم یوم القیامۃ وہ ان کا قیامت کے دن جمع ہونا مراد ہے اول حشر سے یہ اور ثانی حشر سے کیا مراد ہے؟ قیامت والا۔

ثم دعانا إلى الاعتبار پھر اللہ نے ہمیں بلایا دعوت دی کس کی طرف؟ اعتبار کی طرف، فی قولہ اپنے اس قول فاعتبروا کے ذریعے، کس کے ذریعے؟ فاعتبروا کے ذریعے، فاعتبروا کے ذریعے اللہ نے ہمیں فاعتبروا کیا کرو تم لوگ؟ اعتبار کر لو تو اللہ نے ہمیں اعتبار کی طرف دعوت دی۔ بالتأمل فی معنی النص یہ سارا متن ہے بھائی، بالتأمل فی معنی النص یہ بھی متن ہی ہے۔ تو اللہ نے ہمیں بلایا اعتبار کی طرف، بالتأمل فی معنی النص معنیِ نص میں غور و فکر کے ذریعے، اللہ نے ہمیں کس طرح بلایا؟ اعتبار کی طرف بلایا، اعتبار کس طریقے پر؟ معنیِ نص میں غور و فکر کے ذریعے اعتبار کی طرف اللہ نے ہمیں بلایا کہ معنیِ نص میں غور و فکر کر لو اور معنیِ نص سے کیا مراد ہے؟ علتِ نص۔

اللہ نے ہمیں اعتبار کی دعوت دی، بالتأمل فی معنی النص، بالتأمل غور و فکر کے ذریعے فی معنی النص ای فی علت النص۔ تو یاد رکھیے معنی کا لفظ علت کے معنی میں یعنی سبب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، معنی کا لفظ آگے کتابوں میں یہ بات آپ کو کام آئے گی یاد رکھنا چنانچہ ہدایہ میں بھی جگہ جگہ صاحبِ ہدایہ معناہ فرماتے ہیں اور پھر اس کے ذریعے وہ آگے علت یا سبب ذکر کرتے ہیں، کیا ذکر کرتے ہیں؟ علت یا سبب بھائی۔

دراصل ہمارے متقدمین جو علماء تھے وہ علت کے لفظ کو پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ لفظ منطقہ اور فلاسفہ سے کے پاس سے آیا، اس کو زیادہ کون استعمال کرتے تھے؟ منطقہ اور فلاسفہ اس لیے انہوں نے اس لفظ کو پسند نہیں کیا تو اس کے بجائے وہ معنی کا لفظ استعمال

کرتے چنانچہ آپ کو بہت اکثر پرانی کتابوں میں معنی کا لفظ ملے گا بھائی علت یا سبب کی جگہ پر، پھر اس کے بعد بعد والے ائمہ غالباً غالباً شاید والد صاحب نے ذکر فرمایا تھا شاید امام طحاوی کا ذکر شاید فرمایا غالباً میرے ذہن میں اس طرح ہے کہ امام طحاوی نے آکر پھر سب سے پہلے علت کا لفظ استعمال کرنا شروع کیا اور فرمانے لگے کہ یہ اگر منطقہ اور فلاسفہ استعمال کرتے ہیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس کو اپنی کتابوں میں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ انہوں نے پھر علت کا لفظ بھی استعمال کرنا شروع کر دیا اور پھر اس کے بعد اور علماء بھی استعمال کرتے چلے گئے بھائی، صورت سمجھ میں آ گئی؟ اس سے پہلے والے صرف معنی ہی کا لفظ استعمال کرتے علت کا لفظ ہی نہیں استعمال کرتے تھے۔

ثم دعانا إلى الاعتبار پھر اللہ نے ہمیں بلایا کس کی طرف؟ اعتبار کی طرف۔ بالتأمل کا تعلق اعتبار سے ہے، غور و فکر کے ذریعے فی معنی النص کس کے اندر؟ معنیِ نص میں۔ یعنی معنیِ نص میں غور و فکر کے ذریعے اعتبار کرنے کی طرف اللہ نے ہمیں بلایا۔ ترجمے پہ نظر ہے بھائی آخر سے ترجمہ کر رہا ہوں، نص کی علت میں غور و فکر کے ذریعے اعتبار کرنا، نص کی علت میں، نص کی توجہ سے، نص کی علت میں غور و فکر کے ذریعے اعتبار کرنے کی طرف اللہ نے ہمیں بلایا کہ نص کی علت میں غور و فکر کے ذریعے کیا کرو؟ اعتبار کرو۔ لیک العمل بہ تاکہ اس کے ذریعے تم اس علت کے، بہ یہ ہا ضمیر راجع ہے معنیِ نص کو، تاکہ عمل کرو معنیِ نص کے ذریعے فیما لا نص فیہ اس چیز میں جس میں نص نہیں آئی، جس میں نص نہیں آئی۔

اللہ نے ہمیں بلایا کس طرف؟ کہ نص کی علت میں غور و فکر کے ذریعے اعتبار کرو، نص کی علت میں غور و فکر کے ذریعے اعتبار کرو، اعتبار کس چیز کا نام تھا؟ رد الشيء إلی نظیرہ نا، نص کی علت میں غور و فکر کے ذریعے چیز کو اس کے مثل کی طرف لوٹاؤ، نص کے معنی میں غور و فکر کے ذریعے کیا کرو؟ اعتبار کرو، اعتبار کرو، کیوں؟ تاکہ اس کے ذریعے تم عمل کر سکو اس علت کے ذریعے اس جگہ پر جہاں پر نص نہیں آئی، کفار کے احوال میں تو نص آ گئی تمہارے احوال میں تو نص نہیں آئی تو یہاں پر کس کے ذریعے عمل ہو گا؟ یعنی کفار کے احوال کا تو پتہ چل گیا اپنے احوال کا پتہ کس سے چلا لو؟ اسی میں غور و فکر کے ذریعے، ان کے بارے میں تو نص آ گئی تمہارے بارے میں تو نص نہیں آئی تو ان

کے علت میں غور کر لو اگر وہ علت تمہارے اندر بھی آ گئی تو تمہارے لیے بھی یہی حکم آ جائے گا۔

فنعتبر أحوالنا بأحوالهم پس ہم اعتبار کریں اپنے احوال کا ان کے احوال کے ساتھ ونحترز عن مثل ما فعلوا اور ہم بچیں اس کے مثل سے جو انہوں نے کیا توقیا، توقیا یاد رکھیے بابِ تفعل ہے تفعل، سمجھ میں آیا؟ اصل میں تھا توقعاً تفصلاً، پھر یا کی وجہ سے قاف کو کسرہ دے دیا کیونکہ یا اپنے میں سے ماقبل کیا چاہتی ہے؟ کسرہ، تو توقیاً، توقیاً عن مثل ما نزل توقّی کا معنی بچنا، بچتے ہوئے اسی کے اس کے مثل سے جو ان پر نازل ہوا تھا تاکہ ہم اپنے احوال میں غور و فکر کر لیں اور جو عمل کیے تھے جو اور ہم بچ جائیں ان جیسے عملوں سے تاکہ ہم ان جیسی سزاؤں سے محفوظ ہو جائیں بچ جائیں۔

فنعتبر أحوالنا بأحوالهم ونحترز عن مثل ما فعلوا توقيا

عن مثل ما نزل بهم تو ہم اعتبار کریں اپنے احوال کا ان کے

احوال کے ساتھ ونحترز عن مثل ما فعلوا اور دور رہیں ان ج

ان کے جیسے افعال سے توقیا عن مثل ما نزل بهم تاکہ بچ جائیں

ہم ان کے مثل سزاؤں سے جو ان پر نازل ہوئیں بھائی، ان جیسی

سزاؤں سے جو ان پر نازل ہوئیں تاکہ ہم ان سے بچ جائیں۔

تو کہتے ہیں فكذلك ههنا اسی طرح یہاں پر بھی ہے ای فی القیاس

الشرعی، قیاسِ شرعی بھی تو اسی طرح ہے بالکل فن تتأمل فی علت

النص پس ہم غور کرتے ہیں نص کی علت میں ونعديها إلى الفرع

اور اس کو متعدی کرتے ہیں کس کی طرف؟ فرع کی طرف لنثبت

لنثبت حكم النص فيه تاکہ اس میں کیا کریں؟ نص کا حکم ثابت

کریں تو جیسے یہ اعتبار تھا کہ تم ان کی سزاؤں تم اپنے احوال کو ان کے

احوال پر قیاس کر لو، ان کی جو علت تھی اگر وہ علت تمہارے اندر آ گئی تو تمہارے اوپر بھی وہی حکم آ جائے گا سزا والا، تو قیاسِ شرعی بھی تو بالکل اسی کے مثل ہے بھائی، وہاں پر بھی ہم نے کیا کیا؟ حکم معلوم تھا کچھ چیزوں کا، انہی کی علت میں غور کیا اور وہ علت دوسری جگہ ملی تو وہاں پر بھی وہی حکم آ جاتا ہے بھائی، صورت سمجھ میں آ گئی بھائی؟

وہی شارح کی یہ عبارت آخری سطر جو ہے فن تتأمل فی علت النص کہ تو ہم غور کریں نص کی علت میں ونعدیہا إلی الفرع اور اس کو متعدی کریں فرع کی طرف، یہ عبارت اس میں کوئی تاویل کرنا پڑے گی وجہ اس کی یہ کہ علت کو نہیں متعدی کیا جاتا بلکہ صرف کس کو متعدی کیا جاتا ہے؟ صرف حکم کو متعدی کیا جاتا ہے جبکہ ان کی

ظاہری عبارت یہ بتلا رہی ہے کہ علت کو متعدی کرتے ہیں ہم فرع کی طرف تاکہ پھر اس میں نص کا حکم ثابت کریں بھائی۔

چلیے بس بھائی، هذا هو المرام واللہ اعلم بحقیقۃ الکلام۔